© rasailojaraid.com

مولانا محمد عبدہٗ

تالیف جمع و قرآن اور مصاحفِ عثمانی رضؓ

عہدِ عثمانی اور جمع قرآن

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت (ذی الحجہ ۲۴ھ — ذی الحجہ ۳۵ھ) میں حالات تبدیل ہو گئے۔ فتوحات کا دائرہ وسیع تر ہو گیا اور صحابہ کرامؓ نے مختلف امصار میں پہنچ کر تعلیمی مراکز قائم کر لیے اور قراء سے لوگوں نے اخذِ قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا۔

عہد نبوی سے بعد کے باعث نئی نسل تعلم قرآن کی زیادہ محتاج تھی۔ شام میں حضرت ابی بن کعب کا حلقہ درس جاری تھا اور ان کی قراءت پر لوگ قرآن پڑھتے تھے۔ کوفہ میں عبداللہ بن مسعود کی قراءت رائج ہو چکی تھی اور دوسری طرف ابو موسیٰ الاشعری کی قراءت پر قرآن پڑھا جا رہا تھا اور ان مدارس میں حروف ادا اور وجوہ قراءت میں اختلاف شقاق و نزاع کی صورت اختیار کر چکا تھا اور خود مدینہ طیبہ میں اس کے اثرات شدید صورت اختیار کر چکے تھے اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے جاری تھے حتیٰ کہ یہ حالت دیکھ کر حضرت عثمانؓ بھی متاثر ہوتے اور خطبہ میں فرمانے لگے:

انتم عندی تختلفون فمن نأی عنی من الامصار اشد اختلافاً [1]

حضرت عثمانؓ کی یہ فراست اور احساس بالکل صحیح تھا۔ مدینہ سے دور دراز امصار میں یہ اختلاف خونریزی کی شکل اختیار کر چکا تھا حتیٰ کہ حذیفہ بن یمان صحابی، جو شام میں ارمینیہ و آذربائیجان کی فتوحات

---

[1] المصاحف لابن ابی داؤد ص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں شریک تھا۔ اس نے جب اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ کتاب اللہ میں اختلاف باہمی قتال کا روپ اختیار کر رہا ہے تو وہ نہایت پریشان حال اور گھبراہٹ کی حالت میں خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا:

"یا امیر المومنین ادرک ھذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیھود والنصاریٰ"

بلاشبہ عہد نبوی میں لہجات اور حروف میں اختلاف کے بعض واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آئے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کی تصویب کی اور ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف فرما کر اس میں تسہیل و توسیع پیدا کر دی تو عہدِ فاروقی کے خاتمہ تک لوگ اسی وسعت کے تحت "سبعۃ احرف" پر قرآن تلاوت کرتے رہے اور اختلاف حروف کی بنا پر کسی نے ایک دوسرے پر اعتراض نہیں کیا۔

مگر عہد عثمان میں جب اس اختلاف نے مذکورہ قرارت اختیار کر لی۔ اور عہد نبوی سے بُعد اور عجمیت کے غلبہ کے باعث اس نزاع کے ختم کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو حضرت عثمانؓ نے کبار صحابہ اور اصحابِ بصیرت کا ایک شوریٰ اجلاس بلا کر ان کے سامنے صورت حال پیش کی اور اس فتنہ کے سدّ باب کے لیے ان سے رائے طلب کی بالآخر پورے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ مصاحف کے چند نسخے لکھوا کر مختلف امصار میں بھیج دیے جائیں اور سرکاری طور پر یہ حکم جاری کر دیا جائے کہ اس کے ماسوا ناقص اور پرائیویٹ مصاحف پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ ان کو جلا دیا جائے۔

پس حضرت عثمان کا یہ اقدام ان کے تنہا غور و فکر کا نتیجہ نہ تھا بلکہ مدینہ کے صحابہ جن کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی۔ ان سب کا متفقہ فیصلہ وہی تھا اور اسے بیرونی دیار و امصار کے صحابہ کی تائید حاصل تھی [1]

صحابۂ کرامؓ کے اس خصوصی اجلاس میں یہ قرارداد پاس ہو گئی اور اس کی تنفیذ کے لیے ۲۴ھ کے اواخر اور ۲۵ھ کے اوائل میں چار عمدہ اور خیار حفاظ پر مشتمل ایک بورڈ قائم کر دیا

[1] رسائل الجاحظ ص [illegible] ۱۹۴۰ء [illegible] القرآن [illegible] ۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا جس کے ارکان حسب ذیل حفاظ تھے۔

۱۔ زید بن ثابت ۲۔ عبداللہ بن الزبیر

۳۔ سعید بن العاص ۴۔ عبدالرحمن بن حارث بن ہشام

ان میں سے اول الذکر انصاری اور آخرالذکر تینوں قریشی ہیں [۱] ابن سیرین کی روایت میں ہے کہ ۱۲ اشخاص پر مشتمل مختلف روایات میں، ابی بن کعب، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک، مالک بن ابی عاد اور کثیر بن افلح کے نام بھی آتے ہیں [۲] اور بعض روایات میں سعید بن العاص کی بجائے ان کے چچا ابان بن سعید کا نام بھی مذکور ہے [۳] اور بعض نے عبداللہ بن الحارث بن ہشام المخزومی کا نام بھی درج کیا ہے [۴]

اس طرح کاتبین مصحف کی مجموعی تعداد ۱۲ تک پہنچ جاتی ہے [۵] اس کمیٹی کے صدر زید بن ثابت تھے اور کاتب سعید بن العاص تھے۔ اس لجنہ نے جو مصاحف کے نسخے لکھے ان میں حسب ذیل امور کو ملحوظ رکھا گیا:

۱۔ یہ تمام نسخے اس وقت کے مروجہ رسم "الخط الجزم" میں لکھے گئے جسے بعد میں "کوفی" کا نام دیا گیا۔ یہ خط چونکہ نقطے اور اشکال سے خالی ہوتا تھا اس لیے اس میں "حروف سبعہ" کی گنجائش باقی رہی۔

۲۔ تنازع کی صورت میں قریشی لہجہ اور طرز کتابت کو اختیار کیا گیا۔

۳۔ ان مصاحف میں صرف وہی قراءت لکھی جاتی جس کا بعد از تحقیق قرآن ہونا ثابت ہو جاتا۔ باقی "قراءات شاذہ" کو ترک کر دیا گیا۔

---

[۱] الصحیح للبخاری ۶/۳۲۶ طمصر ۱۳۴۵ھ [۲] کتاب المصاحف ص ۱۹ تا ۲۶ الطبری ۱/۲۱ الدانی کتاب المقنع ص ۵۔۷ [۳] ابن حجر الاصابہ ۱/۲۰ تفرد بہا نعیم بن حماد عن الدراوردی و فی تفسیر الطبری (۱/۱۹-۲۰) ایضاً احمد بن عبدہ الضبی عن الدراوردی ایضاً فتح (۹-۸) قال الخطیب وہم فی ذالک عمارۃ لانہ قتل فی خلافۃ عمر ولا مدخل لہ فی ہذہ القصہ [۴] ارباب المراصد ورق ۱۲ ظ نسخہ جمیع فتح الباری ۱۰/۳۹۳ [۵] کتاب المصاحف ص ۲۵ فتح الباری ۱۰/۱۹۳ قال الحافظ فہؤلاء تسعۃ عرفنا تسمیتہم من الاثنی عشر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ اثبات وحذف اور بدل وغیرہ میں یہ نسخے متفاوت رکھے گئے تاکہ سبعۃ کی گنجائش باقی رہے مثلاً جن کلمات میں نقطہ اور شکل سے خالی ہونے کی صورت میں مختلف قراءات کی گنجائش موجود تھی۔ ان کو تو جملہ مصاحف میں یکساں لکھا گیا اور جن کلمات میں بایں صورت گنجائش نہیں تھی ان کو مختلف مصاحف میں مختلف اشکال پر لکھا گیا مثلاً آیت وَوَصّٰی بِھَا اِبْرٰھٖمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ کو ایک مصحف میں وصّٰی بدون ہمزہ لکھ دیا گیا اور دوسرے میں اوصٰی ہمزہ کے ساتھ تاکہ دونوں قراءات زندہ رہ سکیں۔

۵۔ ایک مصحف میں یہ دونوں رسم نہیں لکھے گئے تاکہ تکرار کا وہم نہ ہو کہ مرۃً یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے اور مرۃً اس طرح اور اگر دوسرا لفظ حاشیہ پر لکھتے تو تصحیح کا وہم ہو جاتا اور پھر ایک کلمہ کا اصل میں اور دوسرے کا حاشیہ میں لکھنا ترجیح بلا مرجح اور تحکم سے بھی خالی نہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار تھی کہ ان کی بجائے زید بن ثابت کو کاتب مقرر کیا جائے چنانچہ انہوں نے فرمایا:

"یا معشر المسلمین اعزل عن نسخ المصاحف ویتولاھا رجل واللہ لقد اسلمت وانہ فی صلب کافر"

بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا:

"لقد اخذت من فی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سبعین سورۃ وان زیداً لصبی من الصبیان"

حافظ ابن حجر، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ نقل کر کے حضرت عثمان کی طرف سے معذرت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

والعذر لعثمان فی ذالک انہ فعلہ بالمدینہ وعبداللہ بالکوفۃ ولم یؤخر ما عزم علیہ من ذالک الی ان یرسل الیہ ویحضر وایضا فان عثمان انما اراد نسخ الصحف التی کانت جمعت فی عھد ابی بکر وان یجعلھا مصحفا واحدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فکان الذی نسخ ذالک فی عہد ابی بکر ھو زید بن ثابت کما تقدم"

اور پھر اس حدیث کے آخر میں ابن شہاب سے مروی ہے:

بلغنی انہ کرہ ذلک من مقالۃ عبد اللہ بن مسعود رجال من افاضل الصحابہ [۱]

صحابہ کرام یہ طریق اختیار کرنے پر اس لیے مجبور تھے کہ اس کے بغیر جمیع وجوہ قرارات "جو آنحضرت سے ثابت تھے ان کی گنجائش نہیں نکل سکتی تھی اور اس کے بغیر ان جملہ وجوہ کا احاطہ ناممکن تھا جن پر کہ قرآن نازل ہوا تاکہ کسی شخص کے لیے اس اعتراض کی گنجائش بھی باقی نہ رہے کہ صحابہ نے بعض قرارات کو ساقط کر دیا ہے یا بعض کی قراءت سے منع کر دیا گیا ہے۔

نسخ مصاحف اور ان کی تکمیل کے بعد حضرت عثمان نے جو صحف حضرت حفصہؓ سے مستعار لیے تھے وہاں کو واپس کر دیے اور ہر بڑے شہر اور علاقہ میں ایک مصحف روانہ کر دیا تاکہ اس کے مطابق نقول تیار کر لی جائے اور اسی کے مطابق اس کے ما سوا مصاحف یا صحف کو ضائع کر دینے کا حکم دیا۔

حضرت عثمان نے جو مصاحف لکھوائے اور مختلف ممالک میں ارسال کیے وہ حسب ذیل امتیازات کے حامل تھے:

۱۔ صرف قرارات متواترہ کو ثابت رکھا گیا اور احاد کو ساقط کر دیا گیا۔

۲۔ منسوخ التلاوت کو ساقط کر دیا گیا۔

۳۔ آیات و سور کی موجودہ ترتیب کا التزام کیا گیا۔

۴۔ اس کی کتابت میں گنجائش رکھی گئی کہ مختلف وجوہ قراءات کی حامل ہو۔

۵۔ اور جو دراصل قرآن نہیں تھا بلکہ بعض صحابہ نے اپنے مصاحف میں بطور شرح، یا ناسخ منسوخ کی وضاحت کے لیے درج کر رکھا تھا اس کو ساقط کر دیا۔

---

[۱] فتح الباری ۱۰/۳۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحابہ کرام نے حضرت عثمانؓ کے اس کارنامہ کو استحسان اور قبولیت کی نظر سے دیکھا اور تمام صحابہ نے اپنے انفرادی مصاحف ضائع کر دیئے[1] حتیٰ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے گو ابتداء میں انکار کیا مگر آخر کار اس نے بھی مصاحف عثمانیہ کی خصوصیات کا اعتراف کیا اور اپنے مصحف کو ضائع کر دیا[1]

حضرت عثمانؓ نے تحریق مصاحف کا جو حکم جاری کیا وہ خلیفہ کی انفرادی رائے نہیں تھی بلکہ اس وقت امت کا متفقہ فیصلہ تھا۔ امت میں وحدت پیدا کرنے اور اسباب نزاع کو ختم کرنے کے لیے یہ ضروری تھا جو اس وقت کیا گیا۔

چنانچہ ابن الانبار نے سوید بن غفلہ کے واسطہ سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مخالفین کو مخاطب کر کے فرمایا:

"یا معشر الناس اتقوا اللہ و ایاکم و الغلو فی عثمان و قولکم حراق المصاحف فواللہ ما حرقہا الا عن ملاءٍ منہا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[3]

اسی طرح عمرو بن سعید حضرت علیؓ سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

لو کنت الوالی وقت عثمان لفعلت فی المصاحف مثل الذی فعل عثمان[4]

ومن طریق مصعب بن سعد قال:

ادرکت الناس متوافرین حین حرق عثمان المصاحف فاعجبہم ذالک و لم ینکر ذالک منہم احد[5]

[1] الفہرست (ص ۲۸ ۱۳۴۸ھ) میں ابن الندیم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف ابن مسعود ضائع ہو گیا تھا۔ ابن العربی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ان کو ضائع کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ فاکرھہ عثمان علی دفع مصحفہ ومحا رسومہ فلم یثبت لہ قراءۃ ابداً[2]

---

[1] المصاحف ص ۱۲ [2] المصاحف ۱۸، فتح الباری ۸/۱۵ مصر ۱۳۰۱ھ، المناہل ۱/۲۶۸-۲۶۹ ۔ البدایہ والنہایہ ۷/۲۱۷، العواصم ۲/۱۰۲۔ لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کرنے کی تجویز خود عبداللہ بن مسعود نے لکھ بھیجی مگر بعد میں جب یہ دیکھا کہ دوسرے جلا ڈالے جائیں گے تو ان کی رائے تبدیل ہو گئی (المعقول ۲/۲۴۷) [3] الاتقان [4] کتاب المصاحف [5] فتح الباری ۱۰/۳۹۵ [6] العواصم ۲/۱۰۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عثمانؓ نے اختلاف کو رفع کرنے اور ایک قراءت پر لوگوں کو جمع کرنے کے لیے جو مصاحف لکھوائے ان کی بنیاد حضرت ابوبکرؓ والے نسخہ پر تھی جو حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ تھا۔[۱]

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کتنی تعداد میں وہ مصاحف مختلف امصار میں ارسال کیے۔ ابو عمرو الدانی (عثمان بن سعید ۴۴۴ھ) اپنی کتاب المقنع میں لکھتے ہیں:

"اکثر علماء کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کل چار عدد نسخے لکھوائے۔ ان میں سے تین کوفہ، بصرہ اور شام میں بھیج دیے اور ایک اپنے پاس رکھا۔ بعض کا خیال ہے کل سات تھے اور مکہ، یمن اور بحرین میں بھی بھیجے گئے۔ لیکن اول قول اصح ہے۔ و علیہ الائمۃ"[۳]

امام سیوطی لکھتے ہیں:

"اِنَّ الْمَشْهُوْرَ اَنَّهَا خَمْسَةٌ"[۴]

مختلف اقوال کو سامنے رکھا جائے تو صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ کل آٹھ نسخے تھے جن میں سے ایک حضرت عثمانؓ کے پاس رہا اور باقی سات امصار مذکورہ میں بھیج دیے جس میں مصر بھی شامل ہے۔

یعقوبی نے ان ممالک کے ساتھ الجزائر کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اس اعتبار سے مصاحف کی تعداد ۹ تک پہنچ جاتی ہے۔[۵]

بعض صحابہ نے انفرادی طور پر "الامام" سے اپنے لیے مصحف تیار کروائے اور اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر، حضرت عائشہ، حفصہ اور ام سلمہ کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

ان میں سے مصحف خاص "الامام" اور یمن و بحرین کے علاوہ باقی مصاحف خمسہ عامہ کے بارہ میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لیے کہ ان چھ نسخوں کے رسم الخط کے متعلق تمام تفصیلات قراء کی روایات میں متداول و معروف ہیں۔[۷] البتہ یمن اور بحرین کے نسخوں کی بابت

---

[۱] البرہان ۱/۲۳۹ [۲] فتح الباری بروایۃ ابن ابی داؤد عن ابی حاتم السجستانی ۱۰/۳۹۵ [۳] المقنع ص ۱۰ و البرہان ۱/۲۴۰
[۴] الاتقان و فتح الباری ۱۰/۳۹۵ [۵] المصاحف لابن ابی داؤد ۸۱، ۸۳، ۸۵، ۸۶ ایضاً آرتھر جیفری بذیل کتاب المصاحف ۲۱۲، ۲۳۱، ۲۳۵، ۲۶۲ [۶] کتاب المقنع و المصاحف و دیگر فنی کتب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محققین قرارت کا یہ اعتراف ملتا ہے کہ ان کی روایات میں ان دو مصاحف کا حوالہ نہیں آتا۔

مصاحف عثمانی اور ان کی قرارت

حضرت عثمانؓ نے صرف امصار و بلاد میں مصاحف کے ارسال پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر مصحف کے ساتھ ایک مقری کو متعین فرما دیا تاکہ لوگ مرقومہ رسم الخط کے مطابق صحت کے ساتھ اس کی قرارت کر سکیں۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے :

المصحف المدنی کا مقری خود زید بن ثابت تھا اور مکی کا مقری عبداللہ بن السائب کو مقرر کیا۔ اسی طرح شامی مصحف کی قرارت مغیرہ بن شعبہ کے سپرد کی، اور ابو عبدالرحمٰن السلمی کو کوفی مصحف کا مقری مقرر فرمایا اور عامر بن القیس کو بصری کا۔[۱]

مصاحف عثمانی اور موجودہ قرآن

موجودہ قدیم مصاحف جو قاہرہ، دمشق اور دنیا بھر کے دیگر دار الکتب میں محفوظ ہیں وہ نہایت مزرکش اور منقش ہیں اور ان پر اعشار وغیرہ نشانات بھی ہیں مگر مصاحف عثمانی ان جملہ آرائش اور علامات سے مجرد تھے۔ وہ قدیم کوفی خط (الجزم) میں لکھے گئے تھے اور اشکال و نقاط اور ہر قسم کے علامات سے پاک تھے خصوصاً وہ مصحف جسے الامام کہا جاتا ہے اور جو بوقت شہادت حضرت عثمانؓ تلاوت فرما رہے تھے۔ وہ کہاں ہے ؟ روایات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس پر اب بھی تاریخی طور پر دو سوال ہمارے خون کے دھبے ثبت ہیں۔

۱۔ آج وہ مصاحف عثمانیہ موجود ہیں ؟ اور اگر موجود ہیں تو کیا تاریخی طور پر ان کا مصحف عثمانی ہونا ثابت ہے ؟

۲۔ موجودہ تجوید و تحسین کیسے پیدا ہوئی اور اشکال و نقاط، اعشار، اجزار، اوقاف وغیرہ کی تاریخی طور پر کیا حیثیت ہے ؟

اب ہم ان ہر دو سوالات کا حل قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مبحث اول۔ تاریخی روایات میں عثمانی مصاحف کے اصلی نسخوں کی حیثیت سے متعدد

---

[۱] فتح الباری ۹/۲۶ جمیلہ شرح عقیلہ جعبری ورق ۱۳ ب ولفظ فلم نسمع لھما خبرا ولا علمنا من نقد محھا۔ المناھل للزرقانی ۱/۳۹۶۔۳۹۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصاحف کا تذکرہ ملتا ہے مگر کسی ایک مصحف کے متعلق بھی ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اصلی نسخہ عثمانی ہے۔ کیونکہ اصلی نسخہ ثابت کرنے کے لیے مندرجہ ذیل امور کا ثبوت ضروری ہے۔

۱۔ اس نسخہ کے خط کی قدامت مسلم ہو۔

۲۔ نقطے اور اعراب سے خالی ہو

۳۔ اس کی کتابت کھال یا قرطاس پر ہو۔

۴۔ اس کی تقطیع عہد صحابہ اور تابعین کی روایتی تقطیع کے مطابق ہو۔

۵۔ اس کی رسم، رسم عثمانی ہو۔

۶۔ پھر ان امور کی موجودگی کے بعد اسے اصلی نسخہ قرار دینے کے لیے کوئی یقینی ذریعہ بھی موجود ہو۔

مگر یہ آخری امر نہایت دشوار ہے۔ چنانچہ علامہ سمہودی "مصحف مدینہ" کے سلسلہ میں بحث و تمحیص کے بعد لکھتے ہیں :

لَيْسَ مَعَنَا فِي أَمْرِ الْمُصْحَفِ الْمَوْجُوْدِ الْيَوْمَ سِوَى مُجَرَّدِ إِحْتِمَالٍ [۱]

اس لیے جن نسخوں کا تذکرہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ ان کی حیثیت تاریخی معلومات سے زائد نہیں ہے۔ مزید مصاحف مخطوطہ اور ان دار الکتب پر اطلاع کے لیے جن میں وہ موجود ہیں۔ شوفان کی کتاب کی جلد عاشر کی طرف رجوع ضروری ہے۔

مصحف خاص۔

مصحف خاص جو حضرت عثمانؓ کے سامنے بوقت شہادت موجود تھا۔ چوتھی صدی ہجری کے وسط تک تو اس کا ثبوت ہم پہنچتا ہے۔ کتاب الزہد میں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے عمرہ بنت القیس العدویہ سے روایت کی ہے جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ پہنچ کر اپنا چشم دید بیان دیتی ہیں :-

---

[۱] وفاء الوفا (۱ : ۲۸۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"نَرَاَیْنَا الْمُصْحَفَ الَّذِیْ قُتِلَ وَھُوَ فِیْ حَجْرِہٖ فَکَانَتْ اَوَّلُ قَطْرَۃٍ قَطَرَتْ مِنْ دَمِہٖ عَلٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ قَالَتْ عَمْرَۃُ فَمَا مَاتَ مِنْھُمْ رَجُلٌ سَوِیًّا" [1]

آلِ عثمان کا بیان ـــــ اس کے خلاف ہے۔ سمہودی لکھتے ہیں کہ:

"جب حجاج بن یوسف کی طرف سے منقوط مصاحف کی اشاعت کی گئی تو ایک نسخہ مدینہ کے لیے بھی ارسال کیا گیا تو اس وقت حجاج کے مصحف سے مقابلہ کے لیے آلِ عثمانؓ سے حضرت عثمان کا مصحف طلب کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

وہ نسخہ تو شہادت کے دن ہی تلف ہو گیا تھا" [2]

یہ روایت گو بظاہر عمرہ کی روایت کے خلاف ہے مگر اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ اہل مدینہ اس نسخہ کے تلف ہو جانے کے قائل نہیں تھے۔ اسی طرح طبقہ تبع تابعین میں سے خالد بن ایاس (یاس او ابی ایاس) العدوی ـــــ، جو مسجد نبوی کے مشہور پیش امام تھے ان کی مصحف خاص کی قراءت کے سبب ہی تو مصحف کی خصوصیات فن قراءت کی کتابوں میں محفوظ ہیں[3] ان کے ماسوی ثابت مولی سلمہ کے بیان کا ناقل محمد بن ثابت آلِ عثمانؓ کے بیان پر قناعت نہیں کرتا اور اپنی تحقیق کے مطابق اطلاع دیتا ہے کہ:

"الامام کا نسخہ خالد بن عمرو بن عثمان کے پاس محفوظ تھا" [4]

اس سلسلہ میں ایک قول امام مالک کا ہے جو شاطبی سے منقول ہے:

اِنَّ مُصْحَفَ عُثْمَانَ تَغَیَّبَ فَلَمْ نَجِدْ لَہٗ خَبَرًا بَیْنَ الْاَشْیَاخِ [5]

یہ الفاظ دراصل شاطبی نے نظم "عقیلۃ اتراب القصائد" میں ذکر کیے ہیں وہ بیت حسب ذیل ہے۔ قال مالک:

---

[1] کتاب الزہد ص ۱۲۷-۱۲۸ ۱۳۵۷ھ طام القری [2] وفاء الوفا ص ۴۸۱ [3] کتاب المصاحف ص ۱۲۴ ۱۳۲ [4] ارباب المراصد ومق ۱۴ [5] وفاء الوفا (۱: ۴۸۱) [5] وفاء الوفا (۱/۴۸۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصحف عثمان تغیب لم نجد

له بابن اشیاخ المهدی خبرا

ابن وہب کی روایت کے الفاظ اس سے بالکل مختلف ہیں:

"قال سالت مالکاً عن مصحف عثمان فقال لی ذهب"

مگر ان ہر دو روایات سے مصحف کا تلف ہو جانا یقین کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا اور مذکورہ بالا شواہد کی بنا پر ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ تبع تابعین کے دور تک مصحف تلف نہیں ہوا۔ بلکہ موجود تھا۔

پھر تیسری صدی کے ایک نامور اور مستند محقق ابو عبید القاسم بن سلام (۱۵۰-۲۲۴) کتاب القراءۃ میں لکھتے ہیں:

"حضرت عثمان کا مصحف "الامام" میں نے خود دیکھا ہے۔ بعض کے خزانے میں محفوظ تھا اور میری فرمائش پر نکالا گیا۔ یہ وہی نسخہ تھا جو شہادت کے موقع پر حضرت عثمان کے سامنے تھا۔ اس میں کئی جگہ پر خلیفہ شہید کے خون کے دھبے تھے اور سب سے زیادہ نشانات سورۃ النجم میں تھے"[له]

گو ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ ابو عبید نے کسی امیر کے خزانہ میں یہ نسخہ یگانہ دیکھا تاہم جن امراء سلطنت سے ان کے تعلقات تھے ان میں سے طاہر بن الحسین (م ۲۰۷ھ) اور ثابت بن نصر بن مالک الخزاعی (م ۲۰۸ھ) مشہور شخصیتیں ہیں۔ ثابت بن نصر ۱۸ سال تک "ثغور الشام" کا والی رہا ابو عبید بھی کم و بیش ۱۸ سال طرسوس کے عہدۂ قضا پر مامور رہا ہو سکتا ہے کہ یہ نسخہ شام کے کسی علاقہ میں ابو عبید کی نظر سے گزرا ہو۔ کیونکہ تیسری صدی کے اواخر میں یہ نسخہ "جند حمص" میں پہنچ کر عوام و خواص کے لیے مرکز توجہ بن گیا تھا۔

تیسری صدی کے اواخر میں ابن قتیبہ دینوری (م ۲۷۶ھ) کی اطلاع کے مطابق یہ نسخہ خالد بن عثمان کے پاس محفوظ تھا ثم عند اولادہ ثم انقطع نسلهم فهو الان

له وفا الوفا (۱: ۴۸۱) جعبری شرح العقیلہ مخطوطہ ورق ۱۵ الف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی قرطاس اخبرنی بھذا بعض مشائخ الشام[1]

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ محرز بن ثابت نے خالد بن عمر بن عثمان کا ذکر کیا اور بلاذری نے لکھا ہے کہ "خالد حضرت عثمان کی خلافت میں فوت ہو گیا تھا"[2] مگر مصعب الزبیری نے خالد کو حضرت عثمان کے ورثہ سے شمار کیا ہے[3] جس سے ابن قتیبہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

ابو عبیدہ اور ابن قتیبہ کے بعد چوتھی صدی کے دو جغرافیہ نویس اصطخری اور ابن حوقل طرسوس کے ذکر میں خصوصیت کے ساتھ اس "اثری مصحف" کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مگر چہ اس دور میں ابو جعفر النحاس (م ۳۳۸ھ) نے امام مالک کے اقوال سے استناد کرتے ہوئے مصحف امام کے وجود کا انکار کر دیا تھا اور یہ انکار مذکورہ شواہد کی بنا پر غلط تھا[4]

جامعہ عتیق کا نسخہ

چوتھی صدی کے تقریباً نصف میں "مصحف الامام" کا ایک نسخہ ایک عراقی تاجر کے ذریعہ مصر پہنچا عراقی کا دعویٰ تھا کہ یہ نسخہ عباسی خلیفہ المقتدر (م ۳۲۰ھ) کے خزانے سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس نے مصری امیر عبداللہ بن شعیب کے سامنے پیش کیا۔ ان کے بعد ابو بکر محمد بن عبداللہ الخازن (م ۳۵۷ھ) نے اس کی حفاظت کا اہتمام کیا اور ایک منقش صندوق کے اندر رکھ کر فسطاط کی جامعہ عتیق میں محفوظ کر دیا۔

بعض لوگوں نے تنہا عراقی تاجر کی روایت سمجھ کر اس کا انکار بھی کیا ہے۔ لیکن مصری مؤرخ ابن المتوج محمد بن عبدالوہاب (م ۷۳۰ھ) نے اس انکار کو "قبیلہ تجیب" اور ان کے خلیفوں کے تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ مصحف کے سرورق پر وقفہ درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عراقی تاجر مسعود بن سعد نے خود ہی نسخے کو وقف کیا ہے۔ جامع عتیق میں یہ مصحف یکم ذوالقعدہ ۳۴۷ھ کو رکھا گیا۔ مقریزی نے پورا وقفیہ درج کیا ہے جس سے نسخے کی تاریخی اہمیت پر کوئی روشنی نہیں پڑتی[5]

---

[1] دفی وفا الوفا طرسوس مکان طرسوس [2] انساب الاشراف (۵: ۱۱۶) [3] نسب قریش ۱۱۲ [4] دیکھیے شاطبی [5] الخطط للمقریزی (۴: ۱۹) طبع مصر ۱۳۲۶ھ، الخطط التوفیقیہ (۴: ۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبل ازیں جامع عتیق کے قدیم نسخے "مصحف اسماء" کے اوراق بکثرت استعمال ہو رہے تھے اس نسخہ کی آمد سے دونوں کی قراءت باری باری ہونے لگی۔ خلیفہ العزیز باللہ القاطمی (۳۸۲ھ) کے زمانہ سے ۵ محرم ۳۷۸ھ سے اس کی قراءت بند کر دی گئی۔ ابن المتوج کی رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک غالباً الجامع العتیق میں موجود رہا بلکہ مقریزی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اس نے اس مصحف کو دیکھا تھا۔

مدرسہ فاضلیہ کا نسخہ

المقریزی نے الخطط میں ایک اور بیش قیمت نسخہ کا پتہ دیا ہے جو علامہ الفاضل عبدالرحیم بلیسانی کو چھٹی صدی ہجری میں دستیاب ہوا۔ قاضی نے اس نسخہ کو مصحف عثمانی ہونے کی بنا پر ۳۰،۳۵ ہزار میں حاصل کیا۔ مدرسہ فاضلیہ جسے قاضی موصوف نے ۵۸۰ھ میں قائم کیا۔ اس کے کتب خانے کو اپنا کتب خانہ بخش دیا۔ یہ نسخہ قدیم کوفی خط کا تھا۔ مقریزی کے عہد تک کتب خانہ برباد ہو چکا تھا مگر یہ نسخہ محفوظ تھا اور لوگوں میں مصحف عثمانی ہونے کے ساتھ مشہور تھا[1] علامہ ابن الجوزی[2] (۸۳۳ھ) اور آخر میں علامہ سمہودی (۹۱۱ھ) نے مصر میں جس مصحف عثمانی کو دیکھا تھا ہمارے لیے یہ تعین مشکل ہے کہ جامع عتیق کا نسخہ تھا یا مدرسہ فاضلیہ کا[3]

اندلس اور بلاد مغرب کا نسخہ

قرطبہ کی جامع مسجد میں چھٹی صدی کے وسط تک ایک مصحف کا پتہ چلتا ہے[4] صاحب نفح الطیب اور ابن خلدون کے مجموعی بیانات سے اس کے کچھ کوائف سامنے آتے ہیں۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ:

"یہ مصحف بنو امیہ اندلس کے خزانے میں تھا"

اور مقری کا بیان ہے کہ:

"اس کی جگہ جامع قرطبہ میں ممبر کے پاس مقرر تھی۔ جلد نہایت مرصع اور زرنگار تھی۔ غلاف دیبا کا اور رحل عود کی"

---

[1] الخطط مقریزی (۴: ۱۹۷) الخطط التوفیقیہ (۶: ۱۲) [2] المناھل (۱: ۳۹۸) [3] وفاءالوفا (۱: ۴۸۳)
[4] تفصیل کے لیے دیکھئے نفح الطیب للمقری (۱: ۹۵۶) و ابن خلدون تاریخ (۷: ۸۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن خلدون اس مصحف کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"یہ مصحف قرطبہ کے اموی خزانے سے ملوک الطوائف کے پاس پہنچا۔ پھر قبیلہ لمونہ کے رؤسا اس پہ قابض ہو گئے اور ان سے موحدین کے خزانہ میں چلا گیا۔ صفر ۶۴۶ھ ہجری السعید علی بن مامون تلمسان کے قریب ناگہانی قتل کر دیا گیا۔ بنو عبد الواد نے اس کا خزانہ لوٹا تو یہ مصحف بھی یغمراسن ابن زیان کے قبضہ میں آگیا۔ ۷۳۷ھ کو جب ابو الحسن المرینی کا قبضہ تلمسان پر قائم ہوا تو آل زیان کے خزانہ کے ضمن میں یہ مصحف بنو مرین کو دستیاب ہوا اور ہنوز ان کے خزانہ کی زینت ہے"[1]

مگر خطیب ابن مرزوق (م ۷۸۱ھ) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ :

"شوال ۵۵۲ھ کو ابن بشکوال (م ۵۷۸ھ) نے اہل قرطبہ سے اس مصحف کو چھپا کر موحد سلطان عبد المومن بن علی کے پاس پہنچا یا تھا"

مگر ابن بشکوال کا تذکرہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیوں کہ اس مصحف کی منتقلی کے بارے میں جو تفصیل دنیا بو بکر محمد بن عبد الملک بن طفیل کی زبانی منقول ہے۔ اس میں نہ تو ابن بشکوال پر الزام ہے اور نہ منتقل کرنے کا تذکرہ بلکہ انہوں نے لکھا ہے کہ :

"قرطبہ کے دو معززا میر سعید اور ابو یعقوب کے ہمراہ اہل قرطبہ نے اپنی رضامندی سے اس مصحف کو سلطان عبد المومن کے پاس بھیج دیا تھا۔ سلطان نے بڑے اہتمام سے ماہرینِ صنعت کو بلا کر مصحف شریف کی آرائش اور اس کا صندوق بنوانے کا اہتمام کیا"[2]

سلطان عبد المومن اور بعد کے موحد سلاطین برابر سفر میں بھی اس کو اپنے ساتھ رکھتے تھے مشہور مؤرخ عبد الواحد مراکشی "المعجب" میں لکھتے ہیں کہ :

"یہ مصحف موحد سلاطین کے ہمراہ سفر میں ایک سرخ ناقہ پہ تابوت کے اندر ہوتا تھا۔ موحدین کے خزانے کا بے نظیر یاقوت اس میں جڑا ہوا تھا"[3]

---

[1] العبر (۷: ۸۴) [2] ملاحظہ رسالہ ابن رشید الفہری (م ۷۲۱ھ) ضمن نفح الطیب (۱: ۲۸۳-۲۸۸)

[3] المعجب ص ۱۸۶ طبع لندن ۱۸۸۱ء مجموعہ اماری ص ۳۲۱ ۱۸۵۷ء

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

سلطان ابوالحسن المرینی تک پہنچنے کی جو کیفیت ابن خلدون نے بیان کی ہے اس کی تصدیق ابن مرزوق کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"جنگ طریف میں یہ مصحف ابوالحسن المرینی کے قبضہ سے نکل کر پرتگالیوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا لیکن ابوالحسن اس کے حصول کی فکر میں رہا۔ بالآخر سنہ ۷۴۵ھ میں سلطان نے ازمورہ کے ایک تاجر کے ذریعہ یہ متبرک نسخہ حاصل کر لیا۔"

خطیب ابن مرزوق بلاد مشرق کی سیاحت میں مکہ، مدینہ اور دمشق کے عثمانی مصاحف کی زیارت کر چکا تھا اس لیے وہ اندلسی مصحف کو صحیح طور پر پرکھ سکتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ:

"مدنی اور مغربی نسخوں میں خطی مماثلت تو موجود ہے مگر یہ سراسر غلط ہے کہ یہ نسخہ حضرت عثمان کے دست مبارک کا نوشتہ ہے۔"

حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَلَيْسَتْ كُلُّهُ بِخَطِّ عُثْمَانَ بَلْ وَلَا وَاحِدٌ مِنْهَا[1]

ابن فضل اللہ العمری نے مسالک میں جامع قرطبہ کے ضمن میں جس کا تذکرہ کیا ہے وہ مذکورہ بالا نسخہ کے علاوہ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں چار ورق حضرت عثمان کے خود نوشت مصحف کے تھے۔ یہ اوراق خون آلود تھے[2]۔

جامع اموی کے نسخے

جامع مسجد دمشق میں دو نسخوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان میں قدیم تر نسخے کا تذکرہ سنہ ۵۰۷ھ سے ملتا ہے۔ ابن تغری بردی نے امیر مودود فرماں روائے موصل کے واقعۂ قتل کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"امیر موصوف بزمانہ قیام دمشق ہر جمعہ کو مصحف عثمانی کی زیارت سے برکت اندوز ہوا کرتے تھے۔ بالآخر موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک باطنی نے انہیں قتل کر دیا۔"[3]

ایک دوسرے قدیم نسخے کا ذکر ابن جبیر نے سنہ ۵۸۰ھ کیا ہے کہ:

---

[1] البدایہ والنہایہ (۷/۲۱۶) [2] مسالک (۱: ۲۱۴) [3] رحلہ ابن جبیر ص ۲۶۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"مقصورہ حدیثہ مشرقی رکن میں اندرونِ محراب ایک بڑا مخزن ہے جس میں ایک مصحف حضرت عثمان کے عہد کا محفوظ ہے۔ اور یہ وہی نسخہ ہے جسے حضرت عثمان نے بلادِ شام کے لیے روانہ کیا تھا۔ روزانہ بعد نماز خزانہ کھلتا ہے اور مصحف کی نمائش ہوتی ہے"[1]

ابوالقاسم تجیبی (   ) کا بیان ہے کہ:

"انہوں نے ۶۵۷ھ میں جامع اموی کے مقصورہ میں اس کو محفوظ پایا تھا۔

اس نسخہ کی بابت ابن مرزوق اور ابن بطوطہ آٹھویں صدی کے اوائل میں اپنا اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں۔ ابن مرزوق نے ۷۳۵ھ میں اسے دیکھا۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ:

"وَتُفْتَحُ الْخَزَانَةُ كُلَّ جُمُعَةٍ أَثْرَ الصَّلَاةِ"[2]

ابن فضل اللہ العمری نے اس نسخے کی نشاندہی کی ہے اور سب سے الگ ہو کر اسے حضرت عثمانؓ کا نوشتہ قرار دیا ہے[3]

علامہ شبلیؒ تہذیب الاخلاق رسالہ کے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں کہ:

"یہ مصحف میرے سفر قسطنطنیہ کے زمانہ تک دمشق میں موجود تھا۔ کئی برس ہوئے، جب سلطان عبدالحمید خان کے زمانہ میں جامع دمشق جل گئی تو یہ مصحف بھی ضائع ہوگیا"[4]

مگر اس نسخہ کا تیمور کے حملہ تک ثبوت ملتا ہے۔ تیمور کی موجودگی میں ۸۰۳ھ میں جامع اموی میں ایسی آگ لگی تھی کہ اس کی لپیٹ میں جامع اموی کے قرب و جوار کی عمارتیں بھی آگئی تھیں[5]۔ ابن الجزری نے جو مشاہدہ بیان کیا ہے وہ غالباً اس سے قبل کا ہے[6]

۱۳۱۰ھ کو سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں پھر آگ لگی اور اس آتش زدگی میں ایک قدیم مصحف بخط کوفی جل گیا۔ لوگ اس کو مصحف عثمانی کہتے تھے۔ علامہ کرد علی کا بیان

---

[1] نفح الطیب (۱: ۲۸۲) [2] تحفۃ النظار (۱: ۵۴) [3] مسالک الابصار (۱: ۱۹۵)

[4] بابت صفر ۱۳۲۹ھ مصحف سماویہ ص ۱۳۷، ۱۹۱۹ء [5] خطط الشام کرد علی (۵: ۲۷۹)

[6] المناهل (۱: ۲۹۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ:۔

"یہ مصحف بصریٰ کی کسی پرانی مسجد سے لاکر یہاں رکھا گیا تھا۔ مگر اس کا زمانہ نامعلوم۔ جامع اموی کا یہ دوسرا نسخہ ہے۔

نسخۂ بصریٰ کے بارے میں مسالک میں ابن فضل اللہ العمری نے برک الناقۃ کے ذکر میں لکھا ہے:

وَفِیْ ھٰذَا الْمَوْضَعِ مُصْحَفٌ شَرِیْفٌ عُثْمَانِیٌّ وَعَلَیْہِ اَثَرُ الدَّمِ ؎

مصحف مکہ معظمہ

مکہ معظمہ کے مصحف عثمانی کا قدیم تذکرہ ہمارے علم میں ابن جبیر کی کتاب الرحلۃ میں دو جگہ پر ملتا ہے۔ اول، قبۃ زمزم کے قریب قبۃ التراب اور قبۃ الیہودیہ کے تعارف میں دونوں قبے بیت اللہ کے حبلہ اوقاف کے مخزن تھے۔ خصوصاً قبۃ التراب جسے حضرت عباس کی نسبت سے قبۃ العباسیہ بھی کہتے تھے۔ قرآن کریم کے نسخوں اور کتابوں کا مخزن تھا۔ اس میں ایک بڑے تابوت میں بڑی تقطیع کا ایک قدیم مصحف خلفائے اربعہ میں سے کسی ایک کے زمانہ کا محفوظ تھا جس کی کتابت حضرت زید بن ثابت نے آنحضرت کی وفات سے ۱۸ سال بعد ۲۹ھ میں کی تھی اس کے بہت سے اوراق ضائع ہو چکے تھے۔ اس کی دو توسے تختیاں لکڑی کی تھیں۔ ابن جبیر نے اس نسخہ کو بڑی عقیدت مندی سے دیکھا تھا اور قبہ کے متولی سے ان کو معلوم ہوا کہ قحط کے زمانہ میں اس نسخہ شریفہ کو بیت اللہ کی چوکھٹ اور مقام ابراہیم کے درمیان رکھ کر دعا کرتے ہیں جس کا اثر بہت جلد نمایاں ہو جاتا ہے ؎ چنانچہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"۲۲ شوال ۵۷۹ھ کو اہل مکہ کا اجتماع صلوٰۃ استسقاء کے لیے ہوا تو قاضی مکہ نے خزانے سے مصحف عثمانی کو نکالا اور مذکورہ صفت پر رکھ کر دعا کی گئی۔"

؎ مسالک (۲۱۶-۲۱۷) ؎ ان قبوں کا ذکر مختلف ناموں سے سفرنامہ خسرو ۹۹ تہران اور الجامع اللطیف ابن ظہیرہ المخذون میں ملتا ہے۔

© rasailojaraid.com

©rasailojaraid.com

اس نسخہ کی قدامت میں ابن جبیر کو شبہ نہیں ہے۔ ابن جبیر کے بعد ابوالقاسم تجیبی کی شہادت ہے کہ انہوں نے ۶۹۵ھ کو قبۃ الیہودیہ جس کو قبۃ التراب کہتے ہیں کی زیارت کی اور ۷۳۵ھ کو ابن مرزوق نے اس نسخہ کو دیکھا ہے۔ ابن بطوطہ نے تحفۃ النظار میں اس کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔ غالباً یہی نسخہ علامہ سمہودی کے بعد تک مکہ معظمہ میں موجود تھا۔[۱]

مسجد نبوی کا نسخہ

ابن جبیر نے ۵۸۰ھ میں مدینہ کی زیارت کی اور اپنے رحلہ میں لکھا ہے کہ:

مصحف عثمانی کا مقام حجرہ مبارکہ اور مقام النبی کے درمیان ہے اور یہ نسخہ ان مصاحف میں سے ایک ہے جو حضرت عثمان کے عہد میں مدینہ سے باہر بھیجے گئے تھے۔

ابن النجار بغدادی (۶۴۳ھ) نے تاریخ مدینہ میں بھی اس مصحف کا تذکرہ کیا لیکن انہوں نے عہد عثمانی کی نسبت نہیں کی۔ نیز ابن النجار لکھتے ہیں کہ:

"یہ مصحف مسجد نبوی کے لیے مصر سے بھیجا گیا تھا"

ابن جبیر کے بعد خطیب ابن مرزوق نے اسے مصحف عثمانی قرار دیا ہے۔ انہوں نے ۷۲۵ھ میں اسے دیکھا، سرورق پر یہ لکھا ہوا ہے:

"هٰذَا مَا اَجْمَعَ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ"[۲]

محمد بن احمد المطری (۷۴۱ھ) نے تاریخ مدینہ میں اس کا ذکر مصحف عثمانی کی حیثیت سے کیا ہے۔ سمہودی کے عہد تک یہ مشہور تھا کہ یہ نسخہ حضرت عثمان کا مصحف خاص ہے۔ آیت فسیکفیکھم اللہ پر خون کے نشانات تھے۔ علامہ سمہودی (۹۱۱ھ) اس کو مصحف خاص قرار نہیں دیتے۔ مکہ معظمہ اور قاہرہ کے دو قدیم نسخے بھی اس وصف کے

---

[۱] تحفۃ النظار (۱: ۸۴)، وفاء الوفا (۱: ۴۸۲) [۲] کتاب الرحلہ ص ۱۹۳۔ وفاء الوفا (۱: ۴۸۲، ۲۸۱) و نفح الطیب (۱: ۲۸۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حامل ان کی نظر سے گزر چکے تھے بمشابہت پیدا کرنے کے لیے یہ نشانات لگا دیے جاتے تھے[1]

ان کے علاوہ تین حسب ذیل عہد عثمانی سے منسوب تھے:

(۱) ۶۵۳ھ کو جب خلیفہ مستعصم باللہ (۶۵۶ھ) کی ایک بیگم کے حکم سے مدرسہ بشیریہ کی عمارت کی تکمیل ہوئی تو خلیفہ نے اس کا افتتاح کیا اور نوادر ۲۰۰ صندوقوں میں بھر کر اس مدرسہ کے کتب خانہ کو مرحمت کیے گئے جن میں دو نسخے قرآن کریم کے تھے۔ ایک نسخہ کی خصوصیت بتائی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دست مبارک کا نوشتہ تھا۔

رمضان ۶۶۱ھ کو الملک الظاہر بیبرس نے ملک برکہ خاں تاتاری حاکم قبچاق کو ہدایا دیے تو ان کی فہرست میں صاحب "مفرج الکروب فی اخبار بنی ایوب" ابن واصل نے ایک مصحف کا تذکرہ کیا ہے جو حضرت عثمان کا نوشتہ تھا۔

آٹھویں صدی کے سیاح ابن بطوطہ (۷۷۹ھ) کو بصرہ کی سیاحت کے ضمن میں مسجد علی بن ابی طالب کے خزانہ میں ایک مصحف کا ذکر بھی کیا ہے۔ جس کے اوراق خون آلود تھے[3]

اس دور میں علامہ طاہر الکردی نے حجاز و مصر کے کتب خانوں میں مصحف عثمانی کی جستجو کی مگر کامیاب نہیں ہو سکے۔ مصحف مدینہ جس کا وجود دسویں صدی کے اوائل تک بہ شہادت سمہودی ثابت ہے۔ اس میں طاہر الکردی نے تحقیق سے صرف ثابت کیا ہے کہ ۱۳۲۴ھ کو جب ترک حرمین میں داخل ہوئے تو غالباً یہ نسخہ استنبول منتقل ہو گیا[4]

علامہ کرد علی جامع ایا صوفیا استنبول کے ایک مصحف کی بابت اپنے دوست شیخ مسعود الکواکبی کا بیان نقل کیا ہے کہ اس کے سرورق پر "حررہ عثمان بن عفان" کے الفاظ درج ہیں[5] لیکن استنبول کے علمی نوادر و مخطوطات کی نمائش ۱۲۸۰ھ تو تمام مستشرقین کی نشر کردہ تفصیلات میں اس کا تذکرہ نہیں ہے[6]

---

[1] وفاء الوفاء (۲: ۴۸۲-۴۸۳) [2] السلوک فی معرفۃ الملک للسخاوی (۱: ۴۹۰) قسم ثانی قاہرہ ۱۹۳۶ء [3] تحفۃ النظار (۱: ۱۱۶) [4] تاریخ القرآن ص ۱۱۱-۱۱۲ مصر ۱۹۵۳ء [5] خطط الشام (۶/ ۱۸۹) [6] رسالہ معارف اعظم گڑھ (۶۹: ۲۱۶-۲۲۸، ۷۰: ۱۶۵-۱۸۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ طاہر الکردی نے مصحف مدینہ کے سلسلہ میں اسبوعیہ مصر (الدنیا وکل شیئی) کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

"یہ مصحف ترکوں کے ذریعہ جرمن شہنشاہ علیوم ثانی کو ملا تھا۔ اس کی واپسی کے لیے حکومت المانیہ ایک معاہدہ کے تحت آمادہ تھی اور حکومت حجاز کو لوٹا دینے کو تیار تھی مگر یہ خبر غیر مصدقہ ہے [1]

شیخ عبدالعظیم زرقانی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے متعدد قدیم نسخے مصری دارالآثار و دارالکتب کی زینت ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منسوب کیے جاتے ہیں مگران کا انتساب صحیح نہیں ہے البتہ مسجد حسینی کا ایک قدیم مصحف کے بعض خطی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مصحف مدنی اور شامی سے مطابقت رکھتا ہے ان کا اندازہ ہے کہ یہ نسخہ ان دو نسخوں عثمانی میں سے کسی ایک کی نقل ہو سکتا ہے [2]

ڈاکٹر حمید اللہ کی اطلاع کے مطابق مصحف عثمانی کا ایک عکس زار روس نے بھی شائع کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ ڈرہم یونیورسٹی میں موجود ہے[3] سورہ یٰس کا عکس فوٹو بلاک کے ذریعہ ۱۹۰۵ء میں ایک روسی عالم عبداللہ الیاس بوزغانی قریمی نے شائع کیا تھا۔ ان کی نظر سے یہ مصحف پترس برگ کے شاہی کتب خانہ میں ۱۸۸۹ء میں گزرا تھا۔ دوبارہ ۱۹۰۰ء میں انہوں نے سورہ یٰس کا فوٹو لیا اور اس کی اشاعت بڑے اہتمام سے کی۔ اصل نسخہ بقول بوزغانی خط کوفی میں چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔ اس کے صفحات کو کنارے کی طرف ٹیڑھا کر کے دیکھا جائے تو حروف شیشے کی طرح چمکتے نظر آتے ہیں۔ آیت فسیکفیکھم اللہ پر خون کے دھبے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ نسخہ ڈرہم یونیورسٹی میں منتقل ہو گیا ہو۔ لیکن اگر یہ مکمل نسخہ روس میں ہوتا تو اشتراکی حکومت ضرور اس کا پروپیگنڈا کرتی [4]

روسی حکومت کے قبضہ میں اس مصحف کا وجود ۱۹۵۹ء تک سرکاری اطلاعات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تاریخ کے بارے میں تفصیلات بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ رسالہ

---

[1] مؤرخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ [2] المناہل ۱: ۳۹۸ [3] رسالہ معارف اعظم گڑھ (۸۶: ۴۴۹-۴۵۰)

[4] ایضاً جنوری ۱۹۶۱ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوویٹ روس ۱۹۵۹ء بابت جنوری (۶ : ۲) رقمطراز ہے کہ:

"مصحف عثمانی تیمور کے کتب خانہ میں تھا جو ۱۳۹۳ء میں دارالامارت سمرقند میں قائم کیا گیا تھا پھر معلوم نہیں کن حالات کے تحت یہ مصحف سمرقند کی مسجد خواجہ احرار میں آگیا اور صدیوں تک اس مسجد میں ایک مرمری ستون سے زنجیروں کے ذریعہ معلق رہا۔ ۱۸۶۸ء میں جب روس نے بخارا پر قبضہ کیا تو غالباً روس گورنر جنرل (وان کانسان) اس کو سو روبل میں خرید کیا اور سینٹ پیٹرس برگ کے شاہی کتب خانہ کو بطور تحفہ دیا۔"

۱۹۱۷ء روسی انقلاب کے بعد دستے کے مسلمان سپاہیوں نے اس کو اپنے قبضہ میں لینے کی کوشش کی مگر عارضی حکومت کی فوج نے اس سے باز رکھا۔ بالآخر پتروگراد صد بائی مسلم کانگریس نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا اور مجلس وزراء کے حکمنامہ مؤرخہ ۹ر دسمبر ۱۹۱۷ء کے مطابق یہ تاریخی مصحف روسی پارلیمان کے مسلم نمائندوں کے جلسہ میں اوفا پہنچا پھر اسے تاشقند لایا گیا۔ جو اس وقت ازبکستان جمہوریہ کا پایۂ تخت ہے روسی نشریہ میں خون کے دھبوں کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ روسی مستشرقین اس کی قدامت کو تسلیم کرتے ہیں [1]

ان اطلاعات کی روشنی میں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ روسی نسخہ ڈرھم یونیورسٹی کو منتقل نہیں ہوا اور یہ دونوں نسخے جداگانہ ہیں

---

[1] رسالہ سوویٹ روس (۶ : ۲) بابت جنوری ۱۹۵۹ء

© rasailojaraid.com